صریرخامہ
SAREER A KHAMA
Bi-Annual Research Journal
Publish By
TAFHEEM RESEARCH CENTRE (SMC-PRIVATE) LIMITED LAHORE

تحریک پاکستان میں دینی قوتوں کا کردار

Role of Religious Forces in the Pakistan Movement

Shamsher Ali[1]

ABSTRACT

It is clearly evident that the emergence of the Pakistan Movement was based on the Two-Nation Theory. The motivation behind it was the call of “La ilaha illallah,” emphasizing the formation of an Islamic government and divine governance. The prevalent terminology during the movement included Islamic state (اسلامی نظام حکومت) and divine sovereignty (حاکمیت الٰہیہ کا قیام), terms widely used by political leaders at the time. People, driven by the desire for an Islamic, prosperous (فلاحی), and ideological state, not only made efforts but also willingly sacrificed in various ways. References to the struggle of the dedicated Mujahideen, who broke the shackles of oppression and colonization, will always be at the forefront whenever people discuss the Pakistan Movement. They consistently challenged injustice and barbarity, constructing a wall against the tyranny of false rulership.

The role of Muhammad bin Qasim marks the inception of the Pakistan Movement, and it progresses through the speeches and plans of Quaid-e-Azam, culminating in the establishment of Pakistan. The immense struggle undertaken by the masses for an Islamic state could not have been possible under secular motives. The Two-Nation Theory fundamentally aimed at the creation of a distinct and separate Islamic state for Muslims. This study focuses on the key points and historical efforts encompassing this idea.

بنیادوں میں جذبہ لا الہ الا اللہ کار فرما تھا۔ اسلامی نظام حکومت، حاکمیت الٰہیہ کا قیام، ایسی اصطلاحات تھیں جو تحریک پاکستان کے وقت زبان زد عام تھیں اور یہی وجہ تھی کہ اُس وقت کے تمام سیاستدانوں اور لیڈروں نے بھی ان ہی اصطلاحات اور نعروں کا

[1]۔ Shamsher Ali

Ph.d Scholar Islamic Studies

Qurtuba University of Science and Information Technology Peshawar

Email: shahidkalami1@gmail.com

استعمال کیا۔ ایک اسلامی، فلاحی اور نظریاتی ریاست ہی کے حصول کے لیے لوگوں نے دیوانہ وار نہ صرف کوششیں کی بلکہ

سرفہرست رہے گا۔ جنہوں نے استبداد و استعمار کی زنجیروں کو توڑا۔ ظلم و بربریت کو ہمیشہ چیلنج کیا اور باطل کی فرمانروائی کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے۔

ذریعے قلعہ کا محاصرہ ختم کر کے 10۔ رمضان المبارک 93ھ کو سندھ فتح کیا اور تاریخ میں یہ حقیقت ہمیشہ کے لیے راقم ہو گئی ہے کہ محمد بن قاسم رحمہ اللہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کا پہلا سردار اور سالار کارواں تھا۔ محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے بعد محمود غزنوی رحمہ اللہ اور سلطان شہاب الدین غوری رحمہ اللہ کا دور مسعود ہمیں اس خطے میں نظر آتا ہے۔ سلطان شہاب الدین غوری کی شہادت راولپنڈی کے قریب سوہاوہ نامی گاؤں میں ہوئی کہ جب 1206ء میں سلطان شہاب الدین غوری کو رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے دوران شہید کر دیا اور وہیں اُن کا مرقد ہے[i]۔

سلطان شہاب الدین غوری کی شہادت کے بعد ملوک معزیہ (معزالدین شہاب الدین غوری کی طرف نسبت) میں سب سے زیادہ شہرت اور مقام و مرتبہ سلطان قطب الدین ایبک کو حاصل ہوا۔ یہ اتفاق ہے کہ ہندوستان کا یہ فرمانروا بھی محمد بن قاسم کی طرح عراق سے آیا تھا۔ قطب الدین ایبک ایسا فرد تھا جس کی نسبت خاندان غلاماں سے تھی۔ اپنی ریاست کی حفاظت اور اُمور سلطنت کی ادائیگی کے لیے قطب الدین کو آخر زمانے میں زیادہ وقت لاہور میں قیام کرنا پڑتا تھا۔ 1210ء میں انارکلی لاہور میں قطب الدین ایبک رحمہ اللہ رحلت کی اور وہیں اُن کا مرقد مبارک ہے۔ شاہنامہ اسلام میں ابوالاثر حفیظ جالندھری رحمہ اللہ نے قطب الدین ایبک رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا۔

وہ قطب الدین وہ مرد مجاہد جس کی ہیبت سے
یہ دنیا از سرِ نو جاگ اٹھی تھی خواب غفلت سے
اکھاڑیں ہند سے جس نے ستمگاری کی بنیادیں
رکھیں ہر دل میں انسانی رواداری کی بنیادیں
وہ جس کی جرأت بیباک سے سفاک ڈرتے تھے
وہ جن کے بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
وہ قطب الدین جس کے دامن تشہیر کا سایہ
قلوب راجگان ہند کو دامن میں لے آیا
لکھی ہے ذرّے ذرّے کی جبیں پر داستان جس کی
ہے سرخی داستان فاتح ہندوستان جس کی
یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گمنام کوچے میں
پڑی ہے یادگار دولت اسلام کوچے میں
یہ تربت حاتمی ہے اُن حجازی شہسواروں کی
مسلمانوں نے مٹی بیچ لی جن کے مزاروں کی

یہاں تک ابر باراں کی رسائی ہو نہیں سکتی　　گھٹا روتی ہوئی آتی ہے لیکن رو نہیں سکتی[ii]

ان کے بعد سلطان شمس الدین التمش رحمہ اللہ سلطان جلال الدین اپنی خوارزم شاہ رحمہ اللہ اور غیاث الدین بلبن، سلطان محمد تغلق رحمہ اللہ کی فتوحات اور اس خطے میں اسلامی اقدار کی ترویج استبداد واستعمار کا مقابلہ ہمیں ہر محاذ پر نظر آتا ہے۔

اورنگزیب عالمگیر کی وفات سے چار سال قبل اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے ایک محافظ کو پیدا فرمایا۔ یہ محافظِ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تھے جن کی تعلیم وتربیت جہاد ومجاہدہ واصلاح ودعوت نے اس خطے پر دور رس اثرات مرتب کیے ۔دین اسلام کے زریں اصولوں کی تبلیغ اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ انہوں نے نظام حکومت کا ایک خاکہ پیش کیا اور اس سیاسی تحریک کے ساتھ اسلامی ریاست اور اسلام کے تحفظ کے لئے جہاد کا نظریہ پیش کیا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تحریک ایک بھرپور اور منظم تحریک تھی جو تاریخ میں شریک ولی اللہ ہی کے نام سے مشہور ہوئی۔ 1763ء میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد ان کے فرزند ارجمند شاہ عبد العزیز نے اپنے والد بزرگوار کے اس مشن کو جاری رکھا اور اس تحریک نے بھرپور مقبولیت حاصل کی۔ اس تحریک کے مجاہدین غلبہ اسلام کے اس عظیم مشن کو لے کر 1826ء میں راجستھان اور سندھ سے ہوتے ہوئے قبائلی علاقے اور صوبہ خیبر میں پہنچے۔ مجاہدین کے اس قافلے کی قیادت سید احمد شہید رحمہ اللہ اور شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید کر رہے تھے۔

مجاہدین کی اس تحریک کا مقصد صوبہ سرحد اور ملحقہ قبائلی علاقے کو مرکز بنا کر اسلامی حکومت کا قیام اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنا تھا۔ اس عملی جدوجہد کے مطابق 1827ء میں پشاور میں اسلامی حکومت کا نفاذ کر دیا گیا۔ اس اسلامی حکومت کے سربراہ سید احمد شہید بنائے گئے ۔ اس وقت انگریزوں کے فتنہ کے ساتھ ساتھ سکھوں کا اقتدار بھی مسلمانوں پر کم مظالم نہیں ڈھا رہا تھا۔ سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں مجاہدین نے اکوڑہ خٹک حضرو اور نوشہرہ میں مختلف جنگیں لڑیں اور فتح یاب ہوئے۔

سکھوں کی سازشیں بڑھنے لگیں۔ ابتدائی مصالحت کے نام پر اور پھر خود پشاور آکر رنجیت سنگھ نے پشاور کے قبائلی سرداروں کو اکسایا اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف مجاہدین کا قتل عام ہوا بلکہ 1831ء کے اوائل میں سید احمد شہید رحمہ اللہ نے دریائے سندھ کو پار کیا اور ضلع ہزارہ میں پڑاؤ کیا۔ مئی 1831ء میں وادی کاغان بالاکوٹ میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اور ان کے اکثر رفقاء شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد سکھوں اور انگریزوں کی مشترکہ حکمت عملی رہی کہ مجاہدین کو منتشر کیا جائے مگر مختلف ٹکڑیوں میں بٹنے کے باوجود اُن کے عزائم میں کمی آئی اور مختلف مقامات پر اپنے مشن کے لئے اُن کی قربانیاں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ 1857ء کی جنگ آزادی میں ان مجاہدین کے ہر طرح کی قربانیاں دیں[iii]۔

صوبہ سرحد کے مختلف قبائلی علاقوں اور ریاستوں میں مجاہدین کے مراکز موجود تھے۔ بونیر، چنگلئی، پنجتار اور ستھانہ میں مجاہدین کے مراکز کو انگریزوں نے توپوں سے انتہائی بے دردی سے تہس نہس کر دیا تھا تاکہ سرحد میں جہاد و شہادت کے جذبات سر نہ اٹھائیں۔[iv]

حاجی ترنگزئی:

انگریزوں کے خلاف مزاحمت اور ظلم و استبداد کے خلاف جہاد کے حوالہ سے مختلف نام ہمیں نظر آتے ہیں ان میں حاجی ترنگزئی کا نام اس حوالہ سے انتہائی نمایاں ہے کہ پاکستان بننے سے محض دس سال قبل ان کی رحلت ہوئی۔ اور حاجی ترنگزئی کے اعوان و انصار شاگرد اور مجاہدین نے پاکستان کا قیام اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حاجی صاحب ترنگزئی غالباً وہ پہلے مجاہد اعظم تھے جنہوں نے انگریزی علاقوں اور انگریزی نظام تعلیم کے خلاف بغاوت کا علم اٹھایا۔ لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ آپس کے تنازعات کو جرگہ اور اسلامی نظام کے تحت نمٹائیں اور انگریزی عدالتی نظام کا بائیکاٹ کریں۔ انگریزوں کے قائم کردہ اسکولوں کی مخالفت کرتے ہوئے انہوں نے عوام الناس کی سہولت کے لیے سینکڑوں مدرسہ اسکول قائم کر دیئے۔ حاجی صاحب ترنگزئی نے 22 سال تک عملی جہاد میں شرکت کی۔ انگریز سرکار نے چارسدہ میں ان کی جائیداد اور جاگیر ضبط کرلی تو قبائلی علاقوں کو انہوں نے اپنا مسکن بنالیا۔ اُن کا مسکن مہمند کے علاقے غازی آباد میں تھا مگر اُن کے مرید اور معتقدین پورے سرحد اور قبائلی علاقہ جات میں منظم اور فعال تھے۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور سید احمد شہید صاحب کی تحریک میں اتنا فرق ضرور تھا کہ سید احمد شہید صاحب رحمہ اللہ ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے تھے اور یہاں کی مقامی زبان اور کلچر و روایات پر ان کی گرفت نہیں تھی۔ حاجی صاحب ترنگزئی اس علاقے کے سپوت اور ان روایات و اقدار کے امین تھے۔ حاجی ترنگزئی اور ان کے لشکر نے پہلا

کی بیخ کنی کے لئے بھی حاجی صاحب نے بھرپور کردار ادا کیا۔ حاجی صاحب ترنگزئی کے گاوں کے رہنے والے ایک عالم عبدالغفار باچا اپنی قلمی یادداشتوں میں لکھتے ہیں۔

"حاجی صاحب کی ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجدیں نمازیوں سے بھر گئیں۔ لوگوں کے دل و دماغ اسلامی سانچے میں ڈھل گئے۔ قبیح اور غیر اسلامی رسومات سے پاک معاشرہ قائم ہوگیا۔ لوگوں نے انگریزی عدالتوں کا بائیکاٹ کر کے اپنے باہمی تنازعات اپنی ہی قائم کردہ اصلاحی کمیٹیوں میں نمٹانے شروع کر دیئے۔ انگریزوں کی ملازمت کی نظر سے دیکھتے ہوئے لوگوں نے ترک کر دی۔ اسلام کے تحفظ کے لئے مخلص اور جانثار مجاہد پیدا کرنے کے لیے لوگوں نے حاجی صاحب کی ہدایت پر اپنی مدد آپ کے تحت اسلامی مدرسے قائم کرنا شروع کر دیئے۔

یہ تمام تیاریاں مسلمان قوم کو اسلام کے حقیقی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اور ملک کو غیروں کے پنجے سے آزاد کرانے کے لئے تھیں۔ حاجی صاحب کی کوششوں سے سرحد میں ڈیڑھ صد سے زائد دینی مدرسے قائم ہوئے۔ حاجی صاحب اس طرح کے مدرسے سرحد اور آزاد قبائل کے چپے چپے میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ سرحد اور آزاد قبائلی علاقوں میں اسی طرح کی معاشرتی اصلاحی کمیٹیاں اور آزاد اسلامی مدرسے قائم کرنا چاہتے تھے کہ اچانک پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ یورپ کی طاقتوں نے خلافت کو مٹانے اور دوسرے اسلامی ممالک کو ہڑپ کرنے کی طرف قدم بڑھائے تو شیخ الہند کے حکم پر حاجی صاحب نے ترنگزئی سے آزاد علاقے میں جا کر عملی جہاد کا آغاز کر دیا۔ جس کے لیے وہ ایک عرصہ سے تیاریاں کر رہے تھے۔ اس کے بعد حاجی صاحب زندگی کے آخری لمحے تک وطن کی آزادی اور ولی الٰہی تحریک کی تکمیل کے لیے انگریزوں کے خلاف سینہ سپر رہ کر جہاد میں مصروف رہے تاکہ برصغیر میں اسلامی مملکت کا قیام عمل میں لانا ممکن ہو سکے۔"[v]

حاجی صاحب ترنگزئی کی یہ جہادی سرگرمیاں کتنی موثر تھیں اور انہوں نے ہر طرح کے وسائل سے لیس انگریزی فوج اور اُن کے حواریوں کو کس طرح ناکوں چنے چبوائے تھے۔ اس کا اندازہ اس سرکاری رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے۔

، کے مجاہدوں ہزاروں کی تعداد میں شامل تھے۔ مٹائی قبیلے کی رہنمائی زرخان، کڈہ خیل کی قیادت میں محاصل خان، باجوڑی قبیلے

تاکہ گندھاب پہنچ کر انگریزی فوج کا راستہ روکے جو گندھاب سے آگے بڑھ رہی ہے۔"[vi]

7۔ اپریل 1927ء کو ڈپٹی کمشنر نے چیف کمشنر کو مجاہدین کے لشکر کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا۔

"حاجی صاحب کو بائندی اور فادیزئی قبیلوں کی زبردست حمایت اور امداد حاصل ہے۔ مجاہدین کا لشکر گندھاب کی

کی زد میں ہوں گے۔ نیز ہماری حکومت کو بھی اس لشکر سے سخت خطرہ لاحق ہے۔ لہٰذا اگر اس وقت ان علاقوں پر زبردست بمباری کی جائے۔ جن سے لوگ حاجی ترنگزئی کی مدد یا حمایت کر رہے ہیں یا اس کے لشکر میں شامل ہیں۔ اس میں ذرا سی دیر بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔"[vii]

1937ء میں حاجی صاحب ترنگزئی نے غازی آباد میں علالت کے بعد داغ مفارقت دے گئے۔ ملک کے مختلف علاقوں سے وفود جنازے میں شرکت کے لیے پہنچے اکثر اسلامی ممالک میں غائبانہ جنازہ ادا کی گئی۔ جامعہ ازہر میں بھی غائبانہ جنازہ ادا کی گئی۔ افغانستان کے ہر صوبہ کے گورنر کو ہدایت کی گئی کہ وہ مکمل طور پر سوگ منائے۔ حاجی صاحب کی وفات کے

سالوں میں پاکستان کا مطالبہ ہو رہا تھا۔ جب پاکستان کا مطالبہ نقطۂ عروج پر پہنچا اور انگریزوں نے بھی آزاد مملکت کے قیام پر آمادگی ظاہر کی تو اُس وقت کانگریس کے لیڈر سازشیں کرنے لگے اور قبائلی علاقے اور سرحد کے عوام کو اپنے ساتھ ملانے کی کوششیں کرنے لگے۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر جب چند کانگریسی لیڈر غازی آباد پہنچے اور حاجی صاحب ترنگزئی کے بڑے بیٹے بادشاہ گل سے کہا کہ وہ قبائلی عوام کو کانگریس کی حمایت پر آمادہ کریں تو بادشاہ گل نے ان لیڈروں سے کہا:۔

"میرے والد نے اور ہم نے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ساری عمر جہاد کیا اب جبکہ برصغیر میں ایک اسلامی حکومت پاکستان قائم ہونے والی ہے تو میں کس طرح اسلامی حکومت کے قیام کی مخالفت کروں۔"[viii]

جب پاکستان کا قیام عمل میں آچکا اور بھارت نے کشمیر میں اپنی افواج داخل کر دیں تو یہی بادشاہ گل اپنے ہزاروں مریدوں کے ساتھ کشمیر جہاد کرنے کے لئے پہنچے۔

تحریک پاکستان اور مشائخ:

تحریک قیام پاکستان کا تذکرہ حضرت پیر جماعت علی شاہ کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہے۔ یوں تو کئی مشائخ کا تذکرہ اس حوالے سے اہم ہے جن میں پیر آف بھرچونڈی شریف، پیر آف چورہ شریف، پیر آف علی پور سیدں شریف اور پیر آف مانکی شریف کا نام سرفہرست ہے۔

جون 1945ء میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ نے تحریک پاکستان کی حمایت میں کہا کہ قیام پاکستان کے لیے محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور چونکہ مسلم لیگ اسلامیان ہند کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت ہے لہذا تمام مسلمان تحریک پاکستان میں شرکت کریں۔ اسی طرح پیر جماعت علی شاہ نے اعلان کیا کہ میرا جو مرید تحریک پاکستان کی اس جدوجہد میں شریک نہ ہو گا میں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاؤں گا۔[ix]

صاحب یکم فروری 1922ء بمطابق 3 جمادی الثانی 1340ء کو مانکی شریف نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔[x]

قیام پاکستان کے وقت صوبہ سرحد میں کانگریس کی حکومت تھی۔ 1945ء میں ڈاکٹر خان صاحب نے اعلان کیا تھا کہ

نے اس کا یہ چیلنج قبول کیا اور قائد اعظم محمد علی جناح کو دعوت دی اور پیر صاحب کی دعوت پر قائد اعظم محمد علی جناح نے 24 نومبر 1945ء کو مانکی شریف نوشہرہ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر خان لیاقت علی خان اور عبدالرب نشتر کی موجودگی میں پیر صاحب نے تاریخی دستاویز پر قائد اعظم سے دستخط ثبت کروائے کہ پاکستان بننے کے بعد ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا جائے گا۔[xi]

اس حوالے سے قائد اعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کی پیر آف مانکی شریف سے مراسلت بھی ریکارڈ کا حصہ ہے۔

13 اگست 1947ء کو قائداعظم نے پیر آف مانکی شریف کو کراچی سے فون کیا اور مبارک باد دی۔[xii]

پیر صاحب نے پورے ملک کے دورے کیے۔ اپریل 1946ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس سے خطاب کیا۔ اڑھائی گھنٹے کی اس مفصل تقریر میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے قائد اعظم سے وعدہ لیا ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کریں گے۔ کل کو اگر اس کے برعکس کوئی اور نظام جاری کیا گیا تو کل ہمارا رویہ بھی آج کے برعکس ہو گا۔[xiii]

تحریک پاکستان اور مولانا مودودیؒ:

پروفیسر خورشید احمد صاحب سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی کتاب ”تحریک آزادی ہند اور مسلمان“ حصہ اول کے مقدمہ میں صفحہ 16 پر لکھتے ہیں کہ تحریک پاکستان دو قومی نظرئے کی بنیاد پر تھی۔ اس میں مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تحریرات کا بڑا عمل دخل ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے جائنٹ سیکرٹری اس کی مجلس عمل (Committee of Action) اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کے سیکرٹری جناب ظفر احمد انصاری صاحب لکھتے ہیں:

”اس موضوع پر مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مسئلہ قومیت کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین لکھا جو اپنے دلائل کی محکم زور استدلال اور زور بیان کے باعث مسلمانوں میں بہت مقبول ہوا اور جس کا چرچا بہت تھوڑے عرصہ میں اور بڑی تیزی کے ساتھ مسلمانوں میں ہو گیا۔ اس اہم بحث کی ضرب متحدہ قومیت پر پڑی اور مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا احساس بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔ قومیت کے مسئلہ پر یہ بحث محض نظری نہ تھی بلکہ اس کی ضرب کانگریس اور جمعیت العلماء ہند کے پورے موقف پر پڑتی تھی۔ اُن کی جداگانہ قومیت کا احساس کسی طرح ختم کر کے ان کے ملی وجود کی جڑیں کھوکھلی کر دی جائیں۔ خود مسلم لیگ نے اس بات کی کوشش کی کہ اس بحث کا مذہبی پہلو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے تاکہ عوام کانگریس کے کھیل کو سمجھ سکیں اور اپنے دین و ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں“۔[xiv]

آگے چل کر مولانا انصاری صاحب پھر لکھتے ہیں:

”دراصل پاکستان کی قرارداد سے پہلے ہی مختلف گوشوں سے حکومت الٰہیہ اور خلافت ربانی وغیرہ کی آوازیں اٹھنے لگی تھیں۔ علامہ اقبال نے ایک مسلم ہندوستان کا تصور پیش کیا تھا۔ مودودی صاحب کے لٹریچر نے حکومت الٰہیہ کی آواز بلند کی تھی۔ چودھری افضل حق نے اسلامی حکومت کا نعرہ بلند کیا تھا۔ مولانا آزاد سبحانی نے خلافت ربانی کا تصور پیش کیا تھا۔ جگہ جگہ سے اس آواز کا اٹھنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مسلمان اپنے مخصوص طرزِ فکر کی حکومت قائم کرنے کی ضرورت پوری شدت سے محسوس کر رہے تھے“۔[xv]

یہ ایک الگ بات ہے کہ مولانا مودودی رحمہ اللہ نے مسلم لیگ کے طریقہ کار سے اختلاف کیا تھا۔ البتہ وہ نظریہ پاکستان کی پوری طرح خدمت کر رہے تھے۔ مولانا مودودیؒ نے طریقہ کار سے اختلاف جن اصولوں اور بنیادوں پر کیا تھا آج بھی وہ ہمارے سامنے سوالیہ نشان کی طرح بر قرار ہیں۔ نفاذ اسلام کے راستے میں رکاوٹیں اور دو قومی نظریہ کی ہی اب نفی کرنا ایسے سوالیہ نشان ہیں جن کے جوابات میں یہ حقیقت شامل ہے کہ دین کے نظام کی تنفیذ لادینی سیاست کے علمبردار نہیں کر سکتے۔ جنھیں دین کی تعلیمات کا سرے سے شعور ہی نہیں ہے وہ کیسے دین کی تنفیذ کی کوشش اور سعی کریں گے۔

جب مسلمانوں کے ایک خاص گروہ نے کہا کہ ایک ہندوستان کی تقسیم اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کو کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے تو مولانا نے تصور پاکستان کی تائید کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے فرمایا:

"مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری نگاہ میں اس سوال کی کوئی اہمیت نہیں کہ ہندوستان ایک ملک رہے یا دس ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے تمام روئے زمین ایک ملک ہے۔ انسان نے اس کو ہزاروں حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ اب تک کی تقسیم اگر جائز تھی تو آئندہ مزید تقسیم ہو جائے تو کیا بگڑ جائے گا۔ اس بُت کے ٹوٹنے پر تڑپے وہ جو اسے معبود سمجھتا ہو مجھے تو یہاں اگر ایک مربع میل کا رقبہ بھی ایسا مل جائے جس میں انسان پر خدا کے سوا کسی کی حاکمیت نہ ہو تو میں اس کے ایک ذرہ خاک کو تمام ہندوستان سے زیادہ قیمتی سمجھوں گا"۔[xvi]

یہ بات بھی واضح ہے کہ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقعہ پر مولانا مودودیؒ نے لوگوں کو پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کی ترغیب دی اور ایک موقعہ پر فرمایا:

"اگر میں صوبہ سرحد کا رہنے والا ہوتا تو استصواب میں میرا ووٹ پاکستان کے حق میں پڑتا"۔[xvii]

اس حوالہ سے مولانا مودودیؒ نے پاکستان کے آئندہ نظام کے بارے میں فرمایا:

"وہ نظام اگر فی الواقع اسلامی ہوا جیسا کہ وعدہ کیا جا رہا ہے تو ہم دل و جان سے اس کے حامی ہوں گے اور اگر وہ غیر اسلامی نظام ہوا تو ہم اسے تبدیل کر کے اسلامی اصولوں پر ڈھالنے کی جدوجہد اسی طرح کرتے رہیں گے۔ جس طرح موجودہ نظام میں کر رہے ہیں"۔[xviii]

تحریک پاکستان بحیثیت ایک دینی فریضہ:

کسی سیکولر جذبے کے تحت لادین نظریے کے تحت برصغیر کے عوام اتنی بڑی جدوجہد کے لیے آمادہ اور برسرپیکار نہ ہو سکتے تھے۔ دو قومی نظریہ دراصل مسلمانوں کی ایک الگ اور جداگانہ اسلامی ریاست کا نظریہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کانگریس کے نظریات کے حامل افراد کو چھوڑ کر دیگر مذہبی دینی جماعتیں، سجادہ نشین اور خانقاہیں قیام پاکستان کی حفاظت اور قربانی دینے کے لیے تیار تھیں۔ مصور پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے تاریخی خطبہ الہ آباد میں 29 دسمبر 1930ء میں فرمایا:

"اسلام فرد کی زندگی کو دین اور دنیا کے الگ الگ خانوں میں نہیں بانٹتا اور روح کی کسی ناقابل اعتماد ثبوت کا قائل نہیں ہے۔ اسلام کی رو سے خدا اور کائنات، روح اور مادہ، کلیسا اور ریاست ایک ہی کل کے جزو ہیں اور ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔ میری خواہش ہے اور مجھے یقین ہے کہ شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی"۔ [xix]

قائد اعظمؒ کی تقریریں اور بیانات اس حوالہ سے واضح ہیں۔ ان میں اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے لیے ایک الگ اسلامی ریاست کے الفاظ موجود ہیں۔ دینی اثر ونفوذ کو قائد اعظمؒ نے استعمال کیا اور مشائخ سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کے قیام / الحاق کے بعد یہاں کا نظام اسلام کی بنیادوں پر قائم ہوگا۔ 25۔ جنوری 1948ء کو یعنی قیام پاکستان کے پانچ ماہ بعد کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے فرمایا:

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ لوگوں کا ایک طبقہ جو دانستہ طور پر ہر شرارت کرنا چاہتا ہے۔ یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان کے دستور کی اساس شریعت پر استوار نہیں کی جائے گی حالانکہ آج بھی اسلامی اصولوں کا اطلاق زندگی پر اسی طرح ہوتا ہے جس طرح تیرہ سو برس پیشتر ہوتا تھا۔ اسلام اور اس کے اعلیٰ نصب العین نے ہمیں جمہوریت کا سبق پڑھایا ہے۔ اسلام نے ہر شخص کو مساوات، عدل اور انصاف کا درس دیا ہے"۔ [xx]

مملکت خداداد پاکستان کے قیام کا واحد مقصد ایک الگ اسلامی فلاحی ریاست کا قیام تھا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے دین کے مطابق معاشرت اور زندگی کے دیگر شعبے ہوں۔ دینی قوتوں نے قیام پاکستان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی قرارداد مقاصد کی صورت میں اس ملک میں اسلامائزیشن کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔ اس ملک کی بقا اور استحکام اسلام سے وابستہ ہے۔ گر اسلام اور نظریہ پاکستان کی نفی کی جائے گی تو پھر اس ملک کا بھی اللہ ہی حافظ ہوگا۔

حاصلِ نتیجہ

تحریک پاکستان میں دینی قوتوں کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اور اس کا آغاز 1857 سے ہوا تھا جس کا آخری نتیجہ تحریکِ پاکستان کی صورت میں رونما ہوا۔ برصغیر پاک وہند کا بنیادی نقطہ ہی یہی تھا کہ اسلامی تشخص ایک الگ ملک کا تقاضا کرتا ہے کہ جہاں اسلامی روایات پر کوئی پابندی نہ ہو۔ اسی سلسلے میں اس تحریک کے اندر دینی قوتوں کا کردار بنیادی اور اہم رہا۔

مصادر و مراجع

i۔ فضل محمد، **صفحہ عالم پر تاریخی نقوش**،(کراچی:، المشعل پبلشرز، طبع اول،۲۰۰۹ء)،4۔

ii. ابوالاثر حفیظ جالندھری، **شاہنامہ اسلام**،(لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار2،سال اشاعت 1992)،29 ۔

iii۔ ولیم ڈبلیو ہنٹر، **ہمارے ہندوستانی مسلمان**،(لاہور:، اقبال 23 اکیڈمی، سرکلر روڈ، بیرون موچی دروازہ، طبع و سن اشاعت 1944)،۲۰۸۔

iv۔ محمد ناصر، **حاجی صاحب ترنگ زئی ؒ ایک تاریخ ساز کردار**، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن،(اکتوبر 2008)،1 ۔8

v۔ عزیز جاوید، **حاجی صاحب ترنگزئی، قلمی یادداشت از عبد الغفار باچا** ساکن ترنگزئی (پشاور: ادارہ تحقیق و تصنیف 1982)،54

vi ۔ عزیز جاوید ،حاجی صاحب ترنگزئی، رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر فرنیٹئر کانسٹیبلری صفحہ 28 سیریل نمبر 261،(پشاور: ادارہ تحقیق و تصنیف 1982)،317

vii۔ عزیز جاوید، حاجی صاحب ترنگزئی، ڈپٹی کمشنر پشاور صفحہ 30 بنڈل 9، سیریل نمبر 261،(پشاور: ادارہ تحقیق و تصنیف 1982)،317

viii۔ عزیز جاوید، حاجی صاحب ترنگزئی، بیان بادشاہ گل دوم، پیر فضل شاہ،(پشاور: ادارہ تحقیق و تصنیف 1982)،484

ix۔ تحریک پاکستان میں امیر ملت پیر جماعت علی شاہ کی گراں قدر خدمات، روزنامہ پاکستان (11 مئی 2018ء)

x۔ سید شاہ تراب الحق قادری، **تخلیق پاکستان میں علمائے اہلسنت کا کردار**،(کراچی: جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی،2010)،125

xi۔ عبد الحق قادری ثانی، **تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین**، مترجم: محمد عبد العلیم قادری، آستانہ عالیہ مانکی شریف، نوشہرہ، 2007ء

xii۔ **تحریک پاکستان اور مشائخ عظام**،149

xiii۔ ہفت روزہ **سواد اعظم**، لاہور،(12 جنوری 1960ء)

xiv۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تحریک آزادی ہند اور مسلمان،(لاہور: اسلامک پبلیکشنز)،17 اور تحریک پاکستان اور علماء نظریہ پاکستان نمبر چراغ راہ صفحہ 232۔

xv۔ حوالہ بالا ایضاً

xvi۔ سید ابوالاعلی مودودی، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ سوم سیاسی کشمکش،(لاہور: سلامک پبلیکیشنز، طبع ششم)،1:22

xvii۔ سید ابوالاعلی مودودی، **رسائل و مسائل**،(لاہور: سلامک پبلیکیشنز)1:363 سہ روزہ کوثر مورخہ 5 جولائی 1947ء،

xviii۔ ایضاً حوالہ بالا

xix۔ پروفیسر خورشید احمد، **دیباچہ پاکستان اور اسلامی نظریہ**،(لاہور طابع منشوات لاہور)،15

xx۔ سلیم منصور خالد، **دیباچہ پاکستان اور اسلامی نظریہ**، صفحہ 25